Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:8 (1983)

عورتوں کی شہادت کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور مردوں کو خود اپنی جگہ پر الگ الگ مکمل شخصیتیں قرار دیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے مؤمنین اور مؤمنین کے ساتھ مومنات اور صالحین کے ساتھ صالحات، تائبین اور تائبات کا ہر جگہ پر واضح طور پر ذکر کیا ہے۔ کافر اقوام کی طرح عورتوں کو مردوں کا ایک حصہ نہیں قرار دیا ہے اور نہ کہیں انہیں نصف بہتر قرار دے کر ناقص شخصیت کہا ہے۔ عورت ایک مکمل انسانی شخصیت ہے جو اسلامی قانون میں تمام ان حقوق و فرائض میں مردوں کے مساوی ہے جو کسی انسان پر عائد ہوتے ہیں نہ وہ مردوں سے بہتر ہے اور نہ کمتر۔

اسلامی قانون میں عورت کو خود اپنی جگہ پر مکمل شخصیت تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسے اپنے مال و جائیداد میں تصرفات کا آزادی کے ساتھ حق حاصل ہے نہ مردوں سے کم اور نہ مردوں سے زیادہ۔ اس پر جہاں قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں قانونی حقوق بھی اسے حاصل ہوتے ہیں۔ دائرۂ عمل کے اعتبار سے جو مرتبہ ایک جگہ پر کسی مرد کو حاصل ہوتا ہے دوسری جگہ پر کسی عورت کو حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ عورت کو ربۃ البیت یعنی گھر کی پروردگار بھی کہا گیا ہے۔

اس طرح عورت کے چاروں مدارج یعنی بیوی، بیٹی، بہن اور ماں ہونے کے مدارج میں اس کے حقوق کی پوری نگہداشت اسلامی قوانین میں موجود ہے، یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ عورت کو مردوں سے کمتر قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عورتوں اور مردوں کے مابین کچھ فرق فطرۃً موجود ہے۔ اس فرق کو قانون میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہیں کیا گیا ہے اور نہ اسے مدارج چہارگانہ میں نظر انداز کر کے حقیقی مساوات پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لوگوں میں فکری نارسائی کی وجہ سے بعض غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اور ان غلط فہمیوں کی وجہ سے پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ذہن کو فکر صحیح سے بہت دور پہنچا دیتی ہیں۔ مثلاً :-

جب یہ نظر آتا ہے کہ قرآن مجید نے بیٹے کا حصہ وراثت میں بیٹی سے دو گونہ مقرر کیا ہے تو لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں ہیں کہ اس طرح عورت کو مرد سے کمتر درجہ کی مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ اس پر غور نہیں کرتے کہ عورت اور اس کے بچوں کے سارے اخراجات کی کفالت مردوں پر عائد کرنے کے بعد دونوں کے حصے وراثت میں برابر قرار دینا شدید معاشی بے انصافی نہ ہو جاتی؟ ایک وہ ہے جس کی معاشی کفالت شوہر پر عائد ہوتی ہے اور دوسرا وہ ہے جسے ایک دوسری عورت کی کفالت کا بوجھ اٹھانا ہے، دونوں کے حصے وراثت میں برابر کیسے قرار دیئے جا سکتے تھے؟

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۸۲ آیۃ دَین میں جب لوگ یہ پڑھتے ہیں کہ "اگر بر وقت دو مرد معاملہ قرض کے لئے نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لو۔ ایک بھٹک جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی" تو لوگ یہ غلط خیال قائم کر لیتے ہیں کہ ہر معاملہ میں ایک مرد کی شہادت دو عورتوں کے برابر ہو گی، اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ شہادت کی قیمت واقعات کی نوعیت اور ظرف زماں کے مطابق ہوتی ہے۔ اسی لئے رضاعت میں ایک عورت کا بیان چار مردوں کے برابر ہو جاتا ہے۔ زچگی خانہ کے واقعات میں ایک عورت کا انفرادی بیان اکثر صورتوں میں قابل قبول بلکہ واجب القبول ہوتا ہے۔ اور اسی معاملہ دین میں اگر ایک بھی مرد بر وقت شاہد نہ ملے تو صرف عورت ہی کی شہادت قابل قبول ہو گی، اور اگر دو مرد شاہد بر وقت مل جائیں تو کسی عورت کی شہادت نہیں لی جائے گی، اور نہ اس کی ضرورت ہو گی۔ اسی طرح بعد نکاح خلوت صحیحہ کے بارے میں اگر صورت حال مانع نہ ہو تو عورت کا بیان مرد کے بیان سے زیادہ قیمتی قرار پائے گا۔ استبراء کے سلسلہ میں ایک عورت کی شہادت ہمیشہ قبول کر لی جاتی ہے۔ طبیبہ کا بیان اگر کوئی بات مانع نہ ہو تو حمل اور رتق قبول کر کے قاضی فیصلہ کر دے گا۔ غرض کہ شہادت چاہے مرد کی ہو یا عورت کی صورت واقعہ، ظرف مکان، ظرف زمان، امکان عقلی امکان عادی اور سبب و اثر پہ غور کر کے اور شاہد کی قیمت ذات کو نظر میں رکھ کر قبول کی جاتی ہے۔ آیت محولہ بالا سے یہ سمجھنا کہ عورت کو مرد سے کمتر قرار دیا گیا ہے اور ہر جگہ یہی کلیہ قائم رہے گا صحیح استنباط نہیں ہو سکتا۔